مستشرقین اور مطالعہ سیرت

ہمارے ہاں دینی اور علمی حلقوں میں مستشرقین کا نام اور ان کا کام خاصا متعارف ہو چکا ہے اور فی زمانہ ایسے بالغ نظر علماء کی کمی نہیں ہے جو مستشرقین کی علمی مساعی، ان کے تحقیقی کارناموں اور ان کے مقاصد سے واقف نہ ہوں۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ علوم اسلامیہ کے طالب علم، اسلامی علوم کے حوالے سے بالعموم اور مطالعہ سیرت کے حوالے سے بالخصوص، مستشرقین کے کام کی نوعیت، ان کے رویہ اور سلوک، مقاصد و مناہج سے مکمل طور پر آگہی رکھتے ہوں۔ تاکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق مغرب اور اہل مغرب کی طرف سے لکھی گئی تحریروں کا نہ صرف بھرپور تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کرنے بلکہ ان کا تحقیقی انداز میں جواب دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں۔

مستشرقین اور تحریک استشراق

تعارف

استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) کی اصطلاحیں لغوی اعتبار سے بہت زیادہ قدیم العہد نہیں ہیں بلکہ انگریزی زبان و ادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارہویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا۔ اسی طرح عربی و فارسی اور اردو کی قدیم لغات میں استشراق کا اصل مادہ ش رق تو موجود ہے لیکن زیر بحث الفاظ یعنی باب استفعال میں اس کے معنی و مفہوم یا بطور فعل ان لغات میں بحث نہیں پائی جاتی۔ البتہ جدید لغات میں ان کا ذکر موجود ہے۔

عربی قواعد کی رُو سے استشراق، ثلاثی مزید کا باب استفعال ہے، جس کا مادہ ش۔ر۔ق (شرق) ہے۔ اس باب کے جملہ خصائص میں بناوٹ اور تکلف نمایاں ہے۔ یہی خصوصیات مستشرقین کی تحقیقات و تخلیقات میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں گویا کہ مستشرقین کا علم تمام تر اکتسابی ہے جسے انہوں نے بڑی محنت و ریاضت سے طلب و جستجو کر کے حاصل کیا۔ المنجد میں مستشرقین کا یہ مفہوم بتایا گیا ہے۔

العالم باللغات و الاداب و العلوم الشرقية و الاسم الاستشراق

''یعنی مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے اور اس علم کا نام استشراق ہے''۔

اردو لغت میں بھی کم و بیش یہی مفہوم ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق مستشرق کا مطلب ہوگا ''وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو''۔

Oxford انگلش ڈکشنری کے مطابق Orientalism لفظ (Orient) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں مشرق جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اسی لفظ سے (Oriental) مشرقی نکلا ہے۔ (ان الفاظ کے متضاد Occident اور Occidental

12

ہیں۔یعنی مغرب اور مغربی) جبکہ Orientalism کے معنی مشرقیت اور استشراق ہوں گے۔اور Oriental Scholarship کا مطلب ہوگا۔مشرقی زبانوں سے واقفیت گویا کہ 'مستشرق سے مراد وہ شخص ہوگا جو مشرقی زبانوں علوم وفنون، آداب وثقافت اور تہذیب وتمدن وغیرہ پر عبور رکھتا ہو'۔

مستشرقین کی اقسام

بقول مولانا شبلی مستشرقین تین اقسام میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ وہ مستشرقین جو عربی زبان اور اصلی ماخذوں سے واقف نہیں۔ان لوگوں کا سرمایہ معلومات اوروں کی تصنیفات اور تراجم ہیں۔ان کا کام صرف یہ ہے کہ اس مشتبہ اور ناکامل مواد کو قیاس اور میلان طبع کے قالب میں ڈھال کر دکھائیں۔

۲۔ دوسری قسم میں شامل مستشرقین عربی زبان اور علم وادب وتاریخ اور فلسفہ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں لیکن مذہبی لٹریچر اور سیرت کے فن سے ناآشنا ہیں۔ان لوگوں نے سیرت یا مذہب اسلام پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی لیکن ضمنی موقعوں پر عربی دانی کے زعم میں اسلام یا شارع اسلام کے متعلق نہایت دلیری سے جو کچھ چاہتے ہیں لکھ جاتے ہیں۔مثلاً جرمنی کا مشہور فاضل ایڈورڈ سخاؤ (Edward Sachau) جس نے طبقات ابن سعد شائع کی ہے۔اس کی وسعت معلومات اور عربی دانی سے کون انکار کرسکتا ہے۔البیرونی کی کتاب الہند کا دیباچہ اس نے جس تحقیق سے لکھا ہے رشک کے قابل ہے۔لیکن اسی دیباچہ میں اسلامی امور کے متعلق ایسی باتیں لکھ جاتا ہے۔جن کو پڑھ کر بھول جانا پڑتا ہے کہ یہ وہی محترم شخص ہے جس کو ابھی ہم نے دیکھا تھا۔نولڈیکے (Noldeke) نے قرآن مجید کا خاص مطالعہ کیا ہے لیکن انسائیکلوپیڈیا (ج ۱۶) میں قرآن پر اس کا جو آرٹیکل ہے جا بجا نہ صرف اس کے تعصب بلکہ اس کی جہالت کے راز پنہاں کی بھی پردہ دری کرتا ہے۔

۳۔ وہ مستشرقین جنہوں نے خاص اسلامی اور مذہبی لٹریچر کا کافی مطالعہ کیا ہے مثلاً پامر (Palmer) یا مارگولیتھ (Margoliouth) سے ہم بہت کچھ اُمید کرسکتے تھے لیکن باوجود عربی دانی اور کثرت مطالعہ کے ان کا یہ حال ہے کہ:

دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سُوجھتا کچھ بھی نہیں

مارگولیتھ نے مسند امام احمد بن حنبل کی چھ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہوسکتا لیکن پروفیسر مارگولیتھ نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پر جو کتاب لکھی ہے دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ کوئی کتاب کذب وافتراء اور تاویل وتعصب کی مثال کے لیے پیش نہیں کی جاسکتی اس کا اگر کوئی کمال ہے تو یہ ہے کہ سادہ سے سادہ اور معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی، جس میں برائی کا کوئی پہلو پیدا نہیں ہوسکتا صرف اپنی طباعی کے زور سے بدمنظر بنا دیتا ہے۔

ڈاکٹر سپرنگر (Sprenger) جرمنی کے مشہور عربی دان ہیں کئی سال مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے۔ لکھنؤ آ کر شاہی کتب خانے کی رپورٹ لکھی۔ حافظ ابن حجر کی کتاب الاصابہ فی احوال الصحابہؓ اول اول انہی نے تصحیح کر کے کلکتہ میں چھپوائی لیکن جب آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پر ایک مستقل ضخیم کتاب تین جلدوں میں لکھی تو ہم حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔

مطالعہ سیرت اور تاریخ استشراق

تحریک استشراق کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے، اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص، بغض و عداوت کا اظہار موقع بہ موقع تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا۔ چنانچہ ظہور اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اسلام اور بانی اسلام کے حوالہ سے اہل کتاب کی مخالفت و مخاصمت کا عمومی رویہ رہا جبکہ آنے والے زمانے میں صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ (۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۴ء) دشمنی و عداوت کا ایسا نشہ ان پر طاری کر گیا جو آج تک نہیں اُتر سکا۔ صلیبی جنگوں میں نہ صرف یہ کہ یورپ کو عسکری محاذ پر شدید ناکامی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی و فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔ اس مذموم مقصد کے حصول کے لیے یہ تدبیر طے کی گئی کہ اسلام، اسلامی عقائد، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ لہٰذا لاطینی آبادکار اور مسلم علاقوں سے آئے ہوئے عیسائی اور یہودی، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو بھی ناکارہ اور غلط سلط معلومات رکھتے تھے، ان کی مدد سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی (خاکم بدہن) ایک نفرت انگیز، کریہہ المنظر اور بھیانک تصویر پیش کی جانے لگی۔ سیرت ختم الرسل ﷺ کو افراط و تفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیالی اور قیاسی انداز میں پیش کیا گیا۔ پیغمبر اسلام کے بارے میں مغرب نے انتہائی ناقص اور مبہم معلومات کو افسانوی کہانیوں کی طرح بیان کیا۔ جس میں ایک طرف تو آنحضرت ﷺ کے واقعات سیرت کو پیکر خیال میں پیش کیا گیا اور دوسری طرف ایسی کہانیاں بیان کی گئیں جن کی اپنی کوئی اصل اور حقیقت نہ تھی بلکہ وہ مغربی ذہن کی ایجاد و اختراع اور کذب و افتراء سے بھرپور تھیں۔ اس عہد میں آنحضرت ﷺ کے لیے حد درجہ اہانت آمیز الفاظ استعمال کیے گئے مثلاً (نقل کفر، کفر نہ باشد) آپ کو نبی کاذب، مخالف مسیح، موجد مذہب نو اور بہروپیا کہا گیا۔ اور اس عداوت میں اس حد تک گر گئے کہ آپ ﷺ کے لیے لفظ محمد ﷺ استعمال کرنے کے بجائے Mahound استعمال کیا گیا جس کے معنی ہیں 'شہزادہ تاریکی' پھر جب صلیبی جنگوں کی ناکامی نے ان کی آتش عداوت اور بھڑکا دی تو وہ حضور ﷺ کے لیے Baphomat, Maphomat اور Bafun کے الفاظ استعمال کرنے لگے۔ مزید یہ کہ نبی اسلام کی سیرت و سوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں، دیومالائی قصے اور بے سروپا باتیں مشہور کی گئیں۔ مثلاً مسلمان بت پرست (Pagan) تھے اور ان کا مرکز پرستش محمد ﷺ کا بُت تھا۔ پھر یہ افسانہ مشہور کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ تو دراصل خود دین عیسوی کے پیرو کار تھے لیکن پوپ منتخب نہ ہو سکے تو انتقاماً رُومی چرچ سے بغاوت کر کے

اسلام ایجاد کرلیا۔ وحی اور نزول وحی کے حوالے سے یہ افسانہ تراشا گیا کہ محمد ﷺ نے ایک سفید کبوتر یا فاختہ (Dove) کو سدھار کھا تھا جو ان کے کاندھے پر بیٹھا ان کے کان سے دانے چُگا کرتا تھا جس سے ان کے خیال میں یہ آتا تھا کہ فرشتہ ان سے باتیں کرتا ہے اور دوسروں کو بھی یہ تاثر دیتے تھے کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

ان مثالوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مغربی علماء و مستشرقین صدیوں کیسی شدید ناواقفیت کا شکار ہے۔ وہ کیسی کیسی خرافات روایات کو سیرت وسوانح کے نام پر پھیلاتے رہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی کیسی نفرت انگیز تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد کئی صدیوں تک بھی مسیحی نفرت و عداوت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی اور اہل مغرب آنحضرت ﷺ کو بدستور جھوٹا، بہروپیا، دھوکا باز، مکار اور شیطان کا چیلا قرار دیتے رہے تھے کہ اتنے میں صلیبی جنگوں کے طویل سلسلہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تیاریوں کے باوجود دنیائے اسلام کو زک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا تو اہل مغرب نے کمال عیاری سے اپنی حکمت عملی کو یکسر بدل ڈالا اور یہ فیصلہ کیا کہ جنگ جیتنے کے لیے 'گرم جنگ' نہیں بلکہ 'سرد جنگ' میں مسلمانوں کو زیر کیا جائے اور یہ 'سرد جنگ' مادی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ علم وتحقیق کے 'معنوی' ہتھیاروں سے لڑی جائے۔ اسی لیے ریمنڈ لل (Raymond Lull) نے اہل مغرب کو سب سے پہلے مشرقی علوم کی تحصیل پر آمادہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

'ایک پُرامن صلیبی جنگ جاری رکھی جائے جس کے لیے اسلحہ خالص روحانی ہو'۔ چنانچہ سولہویں صدی کو تحریک استشراق کا باقاعدہ نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب ایک طرف تو مختلف عیسائی فرقوں کا اتحاد ہوا، سب نے مل کر اسلام کو اپنا واحد مشترک دشمن قرار دیا اور ایک متحدہ رُومی کیتھولک چرچ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور دوسری طرف یہ طے کیا گیا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس محاذ پر پہلے صرف عیسائی، یہودی، راہب، پادری، قصہ گو، مناظر اور شاعر وغیرہ ڈٹے ہوئے تھے اب ان کی جگہ مغربی دنیا کے وہ عقلاء وفضلاء لیں گے جو درس وتدریس کی مسندوں پر فائز ہو کر دادِ تحقیق دیں گے۔ تا کہ اُدھر ان کے اَن دیکھے جذبات نفرت وعداوت بھی تسکین پاتے رہیں اور ادھر علم وتحقیق کے حوالے سے ان کا رعب ودبدبہ قائم ہو جائے۔ انہی حالات میں گیام پوسٹل (Guillaume Postel) منظر عام پر آیا۔ جو مستشرقین کا باوا آدم شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلا اصولی مستشرق تھا جس نے تحریک استشراق کو منظم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا اور بطور خاص لغت ولسانیات کے حوالے سے اہم خدمات انجام دیں۔ پوسٹل کے لیے ۱۵۳۹ء میں کلیہ فرانس (College of France) قائم کیا گیا اور وہ عربی کی پہلی کرسی صدارت پر فائز ہوا۔ پوسٹل اور اس کے لائق فائق شاگردوں کی مدد سے کم وبیش پینتالیس سال کی تیاری کے بعد ۱۵۸۶ء میں عربی مطبوعات کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوگیا۔

تحریک استشراق کے حوالے سے ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ تحریک